(قواعد اور شرعی حیثیت)

ڈاکٹر شہزادہ عمران ایوب*

ABSTRACT

Literally, Rasm means “symbol” While the term “rasm” refers to the knowledge by which the writer is protected from the errors of writing. The use of the word “rasm” in the sense of writing began around the fifth century (AH) and later the word was used exclusively for the “Rasm-e-Usmani”. Although the Holy Qur'an was written entirely in the Prophet's time, it was based on various things, then in the era of Abu Bakar(RA) it was also given a book form, but this “Rasm” was named after the “Rasm-e-Usmani” because it was job of Usman (RA) to purify the Holy Qur'an from the rare recitations (Shaz Qira`at) and commentary sayings of the Companions and to compile it in a manner in which all the recitations could be recited continuously and then to prepare its Mushafs and send them to different Islamic countries. The “Rasm” on which he prepared the Mushafs was different from the common script due to some features and these features are called the six rules and they are; Hazf, Zyadat, Al-Hamz, Badal, Wasl-o-Fasal and Ma-fihi-Qira`ataan. There is a difference of opinion as to whether the “Rasm-e-Mushaf” is detention or non-detention, however, the preferred opinion is that of the detainees. Similarly, whether it is necessary for the Muslim Ummah to adhere to this “Rasm” or not, the position of the majority of scholars is that adherence to the “Rasm-e-Usmani” is necessary for all Muslims.

Kyewords: رسم الخط، مصحف، قواعد، عہد صدیقی، عہد عثمانی، رسمِ قیاسی، رسمِ عروضی، توقیفیت، التزام

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف جو پہلی وحی نازل فرمائی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ کچھ سکھادیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اب ایک طرف نزولِ قرآن کا آغاز ہو رہا ہے اور دوسری طرف آغاز ہی "علم بالقلم" سے ہو رہا ہے۔ اس بنیادی حکم کی حکمتوں کو سامنے رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابتِ قرآن کا حکم ارشاد فرمایا اور پھر آپ نے خود ہر نازل ہونے والی آیت اور سورت کو اس کے مناسب مقام پر لکھوا بھی دیا۔

پھر خلفائے راشدین کا دور آیا تو انہوں نے بھی کتابتِ قرآن کا خاص اہتمام فرمایا اور قرآن کو عام مروجہ قواعدِ املائیہ سے ہٹ کر اُس رسم پر لکھوایا جس پر حضرت محمد ﷺ نے لکھوایا تھا اور اس کا بنیادی سبب نبوی رسم کی حفاظت تھا۔ یہی باعث ہے کہ اہل علم کی ایک بڑی تعداد اس رسم کو توقیفی قرار دیتی ہے اور اس کے التزام کو واجب کہتی ہے۔

رسم کا معنی و مفہوم، مختلف ادوار میں اس کی نوعیت، رسم عثمانی کا تعارف، اس کے التزام کی شرعی حیثیت، اس کے قواعد اور اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے، ان تمام اُمور کو مختصراً بیان کیا جائے گا۔

"رسم" کا لغوی مفہوم

لغوی طور پر رسم کا معنی "علامت یا نشان" ہے اور اس کی جمع رسوم آتی ہے۔ امام جوہریؒ،[1] مجد الدین فیروزآبادیؒ،[2] ابن منظور افریقیؒ[3]، علامہ زبیدیؒ[4]، ابن فارسؒ[5] اور صاحبِ المعجم الوسیط[6] نے بھی رسم کا معنی علامت و نشان ہی ذکر کیا ہے۔

- بعض اہل علم کا بیان ہے کہ کتابتِ قرآن کریم کے اصول و قواعد کے لیے اس لفظ کے خاص ہو جانے کا غالباً سبب یہ ہے کہ اس میں زمانہ نبوت اور زمانہ خلفائے راشدین کے طرزِ املاء کو ایک یادگار کے طور پر محفوظ

[1] ۔ الجوهری، ابو نصر اسماعيل بن حماد الفارابی ، الصحاح، دار العلم للملايين، بيروت، ۱۹۸۴ء (ماده : رسم)

[2] ۔ الفيروزآبادی، مجد الدين، القاموس المحيط، دار احياء التراث العربی، بيروت، ۱۴۲۴ھ (ماده : رسم)

[3] ۔ ابن منظور الافريقی، لسان العرب، دار احياء التراث العربی، بيروت، ۱۴۱۷ھ (ماده : رسم)

[4] ۔ الزبيدی، محمد مرتضی، تاج العروس، دار الفكر، بيروت، ۱۴۱۴ھ (ماده : رسم)

[5] ۔ ابن فارس، ابو الحسين، معجم مقاييس اللغة، دار احياء التراث العربی، بيروت (ماده : رسم)

[6] ۔ مجمع اللغه العربيه ، المعجم الوسيط، دار الدعوه، قاهره، ۱۹۹۷ء (ماده : رسم)

کر لینے کا تصور شامل ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس علم کی تعریف ہی ان لفظوں میں کی جاتی ہے "الخط المرسوم فی المصاحف العثمانیة"۔[1]

"رسم" کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحاً رسم سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے حروفِ تہجی کو لکھنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور کاتب اغلاطِ کتابت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ علامہ سندیؒ نے اس کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ "کسی کلمہ کے حروف تہجی کی ایسی تصویر کہ جس کی بنا پر کلمہ کی ابتدائی اور انتہائی حالت کا اندازہ ہو تاکہ منہ سے اداہونے والے حروف نظر آنے والی اشیاء کی صحیح عکاسی کر سکیں۔"[2]

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ قدیم معاجم میں مذکور لفظِ رسم کے معنی و مفہوم سے یہ اندازہ لگانا کسی حد تک ممکن ہے کہ اس لفظ کا کتابت و تحریر کے معنی میں استعمال زیادہ قدیم نہیں کیونکہ عربی لغت کے اساسی مصادر میں اس لفظ کا یہ معنی کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ جان لینا چاہئے کہ ابتداء میں تو فنِ تحریر کے لیے "کتابت یا خط" کا لفظ مستعمل تھا، پھر لفظِ "ہجا" ان معنوں میں استعمال ہونے لگا اور تقریباً پانچویں صدی ہجری سے لفظ "رسم" کا ان معنوں میں استعمال شروع ہوا ہے۔ ابو عمرو دانیؒ (م ۴۴۴ھ)، ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) اور قلقشندیؒ (م ۸۳۱ھ) وغیرہ نے لفظِ رسم کو ان معنوں میں ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ لفظ ان معانی میں استعمال ہونے لگا۔[3]

پھر ایک وقت آیا کہ اس لفظ کا استعمال رسمِ عثمانی اور رسمِ مصحف کے ساتھ ہی خاص ہو گیا خواہ کوئی علی الاطلاق یعنی بغیر کسی اضافت (رسم المصحف) اور وصف (الرسم العثمانی) کے ہی اسے (الرسم کی صورت میں) استعمال کرے۔[4] خط اور رسم الخط میں یہی فرق ہے کہ خط عام کتابت و تحریر کو کہتے ہیں جبکہ رسم الخط سے مراد کتابتِ مصحف ہے جس میں اُن قواعد کا لحاظ رکھا گیا ہو جن کا رسمِ عثمانی میں لحاظ رکھا گیا تھا۔ علاوہ ازیں علم الرسم

---

[1] ماخوذ از: احمد یار، پروفیسر حافظ، قرآن و سنت چند مباحث، شیخ زاید اسلامک سنٹر، لاہور، ص: ۴۷

[2] السندی، ابو طاھر عبد القیوم، صفحات فی علوم القرآن، المکتبہ الامدادیہ، مکہ، ۱۴۱۵ھ، ص: ۱۶۶

[3] ابن خلدون، عبد الرحمن المغربی، تاریخ ابن خلدون، دار الکتاب، بیروت، ۱۹۵۶ء، ۱: ۷۹۱، قلشقندی، ابو العباس احمد بن علی، صبح الاعشیٰ، المطبعہ الامیریہ، قاھرہ، ۱۹۱۴ء، ۳: ۱۷۲

[4] ماخوذ از: قرآن و سنت چند مباحث، ص: ۴۷

کے لیے مرسوم المصاحف، مرسوم الخط، ھجاء المصاحف اور الرسم المصحفی وغیرہ الفاظ بھی مستعمل ہیں۔[1]

رسم الخط کی اقسام

اہل علم نے عربی رسم الخط کو تین انواع میں تقسیم کیا ہے:

(۱) رسمِ مصحف (۲) رسمِ قیاسی یا اصطلاحی (۳) رسمِ عروضی

ان تینوں کی مختصر تفصیل یہ ہے:

(1) رسمِ مصحف

رسمِ مصحف 'جسے رسمِ عثمانی بھی کہا جاتا ہے سے مراد وہ خاص صورت و ہیئت اور قواعد و ضوابط پر مشتمل رسم الخط ہے جسے حضرت عثمانؓ نے مصحف کی کتابت کراتے ہوئے ملحوظ رکھا۔ اگرچہ اس میں کچھ کلمات رسمِ قیاسی کے مقتضٰی پر پورے نہیں بھی اترتے مثلاً رسمِ قیاسی کا تقاضا تو یہ ہے کہ لام جارہ کو اس کے مجرور کے ساتھ لکھا جائے لیکن رسمِ مصحف میں اسے مجرور سے الگ لکھا گیا ہے جیسے ﴿فَمَالِ هٰؤُلَاءِ﴾ وغیرہ۔ اس طرزِ کتابت پر ساری ملتِ اسلامیہ کو حضرت عثمانؓ نے جمع کر دیا تھا اسی لیے اسے رسمِ عثمانی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ کچھ اہل علم نے اس رسم الخط کو رسمِ توقیفی کا نام بھی دیا ہے جیسا کہ دکتور صبحی صالح نے ذکر کیا ہے[2] اور علامہ المارغنی نے بھی رسم کو 'قیاسی اور توقیفی' دو قسموں ہی میں تقسیم کیا ہے۔[3] اسے رسمِ توقیفی کا نام دینے کا سبب یہ نظریہ ہے کہ یہی وہ رسم ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی کتابت کرائی تھی اور بعد میں حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔

رسمِ مصحف کی تعریف میں مختلف اہل علم کے اقوال حسب ذیل ہیں:

"علامہ قلشقندیؒ لکھتے ہیں کہ "جمع قرآن کے وقت کتابتِ قرآن کے سلسلے میں صحابہ نے جو طریقہ کار اپنایا وہ اصطلاحاً رسمِ عثمانی کہلاتا ہے۔"[4] اسی طرح اس رسم کی تعریف میں امام زرقانیؒ نے لکھا

---

[1] رسم المصحف، ص: ۵۷ ، بحوالہ قرآن و سنت چند مباحث ، ص: ۱۰۳

[2] مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاھور، ص: ۲۷۵

[3] المارغنی، شیخ ابراھیم بن احمد، دلیل الحیران علی مورد الظمان فی فنی الرسم والضبط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ص: ۲۵

[4] ۔ صبح الاعشیٰ ، ۳: ۱۷۲

ہے کہ "رسمِ مصحف سے مراد وہ طرزِ تحریر ہے جسے حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کے کلمات وحروف کی کتابت کے لیے پسند اور اختیار فرمایا تھا۔"[1] مناع القطان[2] اور دکتور صبحی صالح[3] نے بھی رسمِ مصحف کی اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں تعریف فرمائی ہے اور علما کی طرف سے اسے رسمِ عثمانی کا نام دینے کی وجہ تسمیہ بھی یہی ذکر فرمائی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کتابت قرآن کے وقت اس رسم کو اختیار فرمایا تھا۔

- واضح رہے کہ رسمِ عثمانی کے نوے فیصد الفاظ رسمِ قیاسی کے مطابق ہی ہیں۔

(2) رسمِ قیاسی

رسمِ قیاسی وہ رسم الخط ہے جس میں کلمات کو ان کے تلفظ کے مطابق قیدِ تحریر میں لایا جاتا ہے۔ یعنی بغیر کسی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے کلمات کو لکھنا رسم قیاسی کہلاتا ہے، جیسے لفظ **صلاۃ** میں لام کے بعد تلفظ میں الف ہے اس لیے اسے الف کے ساتھ لکھنا رسم قیاسی ہے لیکن اسے واؤ کے ساتھ **الصلوٰۃ** لکھنا رسم عثمانی ہے۔ رسمِ قیاسی کو رسمِ املائی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس کی تعریف میں چند ایک اقوال حسب ذیل ہیں:

علامہ زرقانیؒ نے فرمایا ہے کہ "کسی بھی کمی بیشی یا تغیر و تبدل کے بغیر منطوق کے بعینہٖ مطابق تحریر کرنا، رسمِ املائی کہلاتا ہے۔"[4] علامہ ناصر الدین ارکاٹی کا بیان ہے کہ "رسمِ قیاسی اس رسم کو کہتے ہیں جو الفاظ کے مطابق تحریر کیا جائے۔"[5] اور علامہ ابوطاہر سندیؒ نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ "رسمِ قیاسی وہ ہے جس میں کلمہ کی کتابت اس کے تلفظ کے مطابق ہو جیسے کلمہ نستعین ہے۔"[6]

---

[1] ۔ زرقانی، شیخ محمد عبدالعظیم، مناهل العرفان فی علوم القرآن، دار احیاء الکتب العربیه، قاهره، ۱۹۴۳ء، ۱: ۳۶۲

[2] ۔ مباحث فی علوم القرآن ، ص : ۱۴۶

[3] ۔ علوم القرآن ، ص : ۲۷۵

[4] ۔ مناهل العرفان فی علوم القرآن ، ۱ : ۳۶۲

[5] ۔ ارکاتی، محمد غوث بن ناصر الدین، نثر المرجان فی رسم نظم القرآن، شمس الاسلام، حیدرآباد دکن، ۱۳۴۹ھ، ۱ : ۱۷

[6] صفحات فی علوم القرآن ، ص : ۱۶۸

(3) رسمِ عروضی

رسمِ عروضی سے مراد وہ رسم الخط ہے جسے عروضی حضرات اشعار کی تقطیع کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ اس رسم الخط کا سارا انحصار کلمات کے سماع پر ہوتا ہے جیسا کہ لفظ ثَلَاثٌ ہے، اگر رسمِ عروضی کے مطابق اسے لکھا جائے گا تو اس کی کتابت یوں ہو گی ثَلَاثُنْ، کیونکہ اگر اس لفظ کا سماع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تنوین نون ساکن کی آواز دے رہی ہے۔ علامہ قلشقندیؒ اس رسم الخط کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ "هو ما اصطلح عليه اهل العروض فى تقطيع الشعر"[1] "رسمِ عروضی وہ رسم ہے جسے اہل عروض اشعار کی تقطیع کے لیے اختیار کرتے ہیں۔"

عہدِ رسالت میں مصحف کی کتابت اور رسم

قرآن کریم کو دیگر کتب سماویہ کے مقابلے میں یہ امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد کو اسے نہ صرف سینوں میں محفوظ کرنے بلکہ اسے تحریر کرنے کی بھی توفیق سے نوازا۔

کتابتِ قرآن کا آغاز عہد رسالت مآب میں ہی ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ اسے فوراً لکھوا دیتے جیسا کہ سنن ابوداود کی روایت میں واضح طور پر موجود ہے۔[2] اسی طرح حضرت زید بن ثابتؓ نے بھی بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلواتے اور میں اسے لکھ لیتا تھا۔[3] آپ ﷺ کے یہ فرامین کہ قرآن کو دشمن کے علاقے میں مت لے کر جاؤ[4]، قرآن کو صرف طاہر ہی

---

[1] صبح الاعشیٰ ، ۳ : ۱۷۲

[2] ابوداود، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داود، دار السلام، ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب الصلاۃ ، باب من جهر بها ، رقم الحدیث : ۷۸۶

[3] ابن ابی داود، ابوبکر عبد اللہ بن سلیمان، کتاب المصاحف، دار الکتب العلمیه، بیروت، ۱۹۸۵ء، ص : ۷

[4] ابن ماجه، ابوعبد اللہ محمد بن یزید، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، سنن ابن ماجه ، کتاب الجهاد ، باب النهی ان یسافر بالقرآن الی أرض العدو ، رقم الحدیث : ۲۸۷۹

ہاتھ لگائے (1) اور قرآن کو دیکھ کر پڑھنا افضل عبادت ہے (2) اور اس طرح کی دیگر روایات بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ عہد رسالت میں قرآن متفرق اشیاء پر تحریری طور پر موجود تھا۔ اسی باعث امام زرکشیؒ نے بھی نقل فرمایا ہے کہ "كتابة القرآن ليست محدثة فإنه ﷺ كان يأمر بكتابته " "کتابتِ قرآن کوئی نئی چیز نہیں بلکہ آپ ﷺ تو خود اس کی کتابت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔" (3)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ آپ ﷺ نے اگرچہ اپنی زندگی میں ہی مکمل قرآن کریم کی کتابت کروا دی تھی لیکن وہ ایک جگہ پر اکٹھا نہ تھا بلکہ مختلف اشیاء مثلاً کھجور کی چھال، چٹیل پتھر، چمڑے کے ٹکڑوں اور ہڈیوں وغیرہ پر مکتوب مختلف صحابہ کے پاس تھا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں قرآن کو یکجا کیوں نہ کیا گیا اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں مثلاً نسخ التلاوہ کا احتمال موجود تھا (4)، قرآن بتدریج نازل ہو رہا تھا اور امکانِ نزولِ وحی کے باعث سورتوں کی ترتیب معین نہ تھی [5] اور چونکہ عہد رسالت میں قرآن اغلاط کے اندیشے سے محفوظ تھا اس لیے جمعِ قرآن کی کوئی ایسی شدید ضرورت نہ تھی جو بعد کے اَدوار میں پیش آئی۔ (6)

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو کس خط میں قرآن کی کتابت کرائی تھی اس کا کوئی صریح ثبوت تو موجود نہیں البتہ آپ کے خطوط کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے خطِ کوفی میں کتابت کرائی تھی کیونکہ آپ کے خطوط خطِ کوفی میں لکھے گئے تھے اور یہ خط اس وقت رائج ہو چکا تھا۔ یہی وہ خط ہے جسے بعض اہل علم نے خطِ مدنی بھی کہا ہے اور اس خط کی ابن الندیم نے جو خصوصیات بیان کی ہیں وہ تمام نبطی خط کی خصوصیات ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطِ نبطی، خطِ کوفی، خطِ مکی، خطِ مدنی اور خطِ حجازی وغیرہ ایک ہی خط کے مختلف نام ہیں جو وقت گزرنے کے

---

[1] ۔ عبد الرزاق، ابوبكر بن همام، مصنف عبد الرزاق، المكتب الاسلامى، بيروت، ١٣٩٠هـ، ١ : ٣٤٢

[2] ۔على المتقى، علاء الدين حسام الدين، كنز العمال فى سنن الاقوال والافعال، مؤسسه الرساله، بيروت، ١٩٨٥ء، ١ : ٥١١

[3] ۔الزركشى، بدر الدين، البرهان فى علوم القرآن، دار احياء الكتب العربيه، قاهره، ١٩٥٧ء، ١ : ٢٣٨

[4] ۔ايضا ، ١ : ٣٢٩

[5] ۔مناهل العرفان ، ١ : ٢٤١

[6] دكتور لبيب سعيد، الجمع الصوتى الاول للقرآن، دار المعارف، قاهره، س ن، ص : ٣٢

ساتھ ساتھ بدلتے چلے گئے۔[1]

عہد صدیقی میں مصحف کی جمع وکتابت اور رسم

اس دور میں قرآن کو مختلف اشیاء سے اکٹھا کر کے صحائف کی شکل میں مرتب کر دیا گیا۔ اس کا سبب قرآن کے ضیاع کا اندیشہ تھا جو جنگ یمامہ میں 70 قراء حضرات کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ حضرت عمرؓ کے مشورے سے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا، جو رسول اللہ ﷺ کے کاتبِ وحی کے طور پر بھی کام کر چکے تھے۔ زیدؓ نے لوگوں سے قرآن اکٹھا کرنا شروع کر دیا (جو ان کے سینوں کے علاوہ لکڑیوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر مکتوب تھا) حتی کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیت ابو خزیمہ انصاریؓ سے حاصل کی۔[2]

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جمعِ قرآن کے سلسلے میں جن شرائط کو ملحوظ رکھا تھا ان کا خلاصہ یہ ہے: (۱) جو بھی قرآن کا کوئی حصہ لا رہا ہے اس نے وہ حصہ رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہو۔ (۲) وہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے لکھوائے ہوئے صحیفوں میں موجود ہو۔ (۳) وہ سبعہ احرف کو شامل ہو۔ (۴) کتابت کے علاوہ اس حصے کو حفاظ کی بھی تائید حاصل ہو۔ (۵) وہ رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ آیات و سور کی ترتیب کے مطابق ہو۔ (٦) اس کے قرآن ہونے پر دو عادل گواہ شہادت دیں۔[3]

یوں انتہا درجے کی احتیاط کے ساتھ قرآن کو مختلف اشیاء سے نقل کر کے زید بن ثابتؓ نے کتابی صورت میں یکجا کر دیا اور یہ بات ناممکن ہے کہ زید بن ثابتؓ نے قرآن کو اُس رسم الخط کے علاوہ کسی اور رسم الخط پر لکھا ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا۔

عہد عثمانی میں مصحف کی جمع وکتابت اور رسم

دورِ عثمانی کا آغاز اس حال میں ہوا کہ کثرتِ فتوحات کی بنا پر اسلامی سلطنت بہت وسیع ہو چکی تھی، آئے روز عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو کر صحابہ کرام سے قرآن سیکھ رہے تھے، چونکہ مصاحف عثمانیہ سے قبل مصاحف

1۔ ملخص از، سمیع اللہ، قاری، علم الرسم اور اس کی شرعی حیثیت، شیخ زاید اسلامک سنٹر، لاہور، ص: ۵۷۔۵۸

2۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار السلام، ریاض، ۱۴۱۹ھ، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحدیث: ۴۹۸۶

3۔ ملخص از، علم الرسم اور اس کی شرعی حیثیت، ص: ۷۸۔۸۰

میں شاذ قراءات اور مختلف اقوالِ تفسیریہ بھی موجود تھے اس لیے ہر صحابی اسی قراءت کے مطابق قرآن سکھا رہا تھا جس کے مطابق اس نے خود پڑھا تھا، یوں جماعتِ تابعین نے مختلف صحابہ سے مختلف قراءات کے مطابق قرآن سیکھ لیا اور اسی طرح آگے سکھانا شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ قراءات کے اختلاف کی بنا پر ہر کوئی اپنی قراءت کو قابل ترجیح قرار دینا شروع ہو گیا حتی کہ یہ نزاع مختلف علاقوں اور مختلف مدارس میں پہنچ گیا اور اس قدر شدید ہو گیا کہ کچھ حضرات اپنی قراءت کے علاوہ دوسری قراءت کے مطابق قرآن پڑھنے والوں کو کافر تک قرار دینے لگے۔[1]

اس صورتحال کے پیش نظر حضرت عثمانؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ قرآن کو اس رسمِ واحد پر یکجا کر دیا جائے جو شاذ قراءتوں سے پاک ہو اور اس میں تمام متواتر قراءتیں بھی سما سکیں۔ آپ کی اس فکر میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے فتح آرمینیہ اور آذربائیجان سے واپسی پر اہل شام اور اہل عراق کے مابین قراءات کے شدید اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ " اے امیر المومنین ! اس امت کو بچا لیجئے اس سے پہلے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگ جائیں۔" چنانچہ حضرت عثمانؓ نے صحابہ سے مشاورت کے بعد حفصہؓ سے وہ صحیفے منگوا لیے جو ابو بکرؓ نے جمع کرائے تھے اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے بعد ام المؤمنین حفصہؓ کے پاس تھے اور چار صحابہ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن عاصؓ اور حضرت عبد الرحمن بن حارثؓ کو حکم دیا کہ وہ ان صحائف سے نقل کر کے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیں اور جہاں زیدؓ سے باقی تینوں قریشی صحابہ کا اختلاف ہو وہاں قرآن کو قریش کی زبان میں لکھا جائے کیونکہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا تھا۔ یوں انہوں نے ان صحیفوں سے قرآن کو نقل کر کے وہ صحیفے حفصہؓ کو واپس دے دیئے اور عثمانؓ نے اس مصحف کی نقول تیار کرا کے مختلف علاقوں میں بھجوا دیں اور فرمان جاری کر دیا کہ اس کے علاوہ جس کے پاس بھی کوئی صحیفہ یا مصحف ہے اسے نذرِ آتش کر دیا جائے۔[2]

مذکورہ بالا تینوں اَدوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد رسالت میں مکمل قرآن کو مختلف اشیاء پر تحریر کر لیا گیا، عہدِ صدیقی میں قرآن کی مختلف آیات و سور کو مرتب کر کے کتابی صورت دے دی گئی اور عہدِ عثمانی میں اختلاف و نزاع کے خاتمہ کے لیے اسے شاذ قراءتوں اور صحابہ کے تفسیری اقوال سے پاک کر کے

1۔ کتاب المصاحف ، ص : ۳۰

2۔ صحیح بخاری ، کتاب فضائل القرآن ، باب جمع القرآن ، رقم الحدیث : ۴۹۸۷

ایسے رسم الخط پر جمع کر دیا گیا کہ تمام متواتر قراءتیں اس میں سما سکیں، اسی غرض سے اسے نقط و اعجام سے معرّیٰ رکھا گیا۔

مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد

حضرت عثمانؓ نے کتنے مصاحف تیار کرائے تھے اس میں اختلاف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں جن میں چار سے نو تک مصاحف تیار کرانے کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ زیادہ مناسب رائے چھ مصاحف والی ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ہر علاقے میں مصحف کے ساتھ ایک قاری بھی روانہ کیا تھا اور ان قراء کی تعداد پانچ تھی جنہیں مکہ، مدینہ، شام، بصرہ اور کوفہ کی طرف روانہ کیا گیا۔[1] ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا جو "مصحف الامام" کے نام سے معروف ہوا اور یوں ان مصاحف کی مجموعی تعداد چھ ہوئی۔ بعد ازاں مکہ و مدینہ کی طرف بھیجے جانے والے مصاحف جزیرۂ عرب کے لیے، کوفہ و بصرہ کی طرف بھیجے جانے والے مصاحف اہل مشرق کے لیے اور شام کی طرف بھیجا جانے والا مصحف اہل مغرب کے لیے اصل کی حیثیت اختیار کر گیا اور لوگوں نے ان سے اپنے لیے نقول تیار کرانی شروع کر دیں۔[2]

مصاحفِ عثمانیہ میں اختلاف اور اس کا سبب

حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ مصاحف میں بعض الفاظ کا خط ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ لفظ ((فَيُضٰعِفَهُ)) ہے، یہ بعض مصاحف میں الف کے ساتھ یوں ((فَيُضَاعِفَهُ)) لکھا ہوا ہے، اسی طرح لفظ ((مَسٰكِيْن)) بعض مصاحف میں یوں ((مَسَاكِيْن)) مکتوب ہے وغیرہ وغیرہ۔[3] اس کمی بیشی کے اختلاف کا سبب اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو ان تمام حروف کے منجانب اللہ ہونے اور رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے پر پورا یقین تھا اس لیے آپ نے ان تمام کی حفاظت کی غرض سے انہیں مختلف مصاحف میں مختلف طرز پر لکھوا دیا کیونکہ اگر ایک ہی مصحف میں ان کلمات کو مختلف طرز پر لکھوایا جاتا تو دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین میں شک باقی رہتا اور اگر ایک کو متن میں اور دوسرے کو حاشیہ میں لکھوایا جاتا تب بھی یہ شبہ رہتا کہ شاید یہ

---

[1] ۔ الکردی، محمد طاهر، تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحکمه، مکتبة البابی الحلبی، قاهره، ص: ۸۰

[2] ۔ دیکھئے: قرآن و سنت چند مباحث، ص: ۵۰، ۵۱

[3] ۔ الدانی، ابوعمرو عثمان بن سعید، المقنع فی رسم مصاحف الامصار، مکتبه الکلیات الازهریه، قاهره، س ن، ص: ۹۶

اس کی تصحیح کی گئی ہے۔ اس لیے آپ نے ایسے کلمات کو الگ الگ مصاحف میں لکھوا دیا اور ساتھ ایک قاری بھی بھیج دیا تاکہ اگر کوئی فتنہ جنم لے تو اس کا سدِباب ہو سکے۔[1]

علم الرسم کے قواعد

حضرت عثمانؓ نے جس رسم الخط پر مصاحف تیار کرائے وہ چند خصوصیات کی بناپر عام رسم الخط سے مختلف تھا، اہل علم نے انہی خصوصیات کو قواعدِ ستہ کا نام دیا ہے اور وہ یہ ہیں: حذف، زیادت، الھمز، بدل، وصل و فصل، مافیہ قراءتان۔ امام دانیؒ اور امام سیوطیؒ نے ان قواعد کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ان قواعد کا مختصر تعارف بمعہ امثلہ پیش خدمت ہے۔

1. حذف:

اس قاعدے کے تحت وہ کلمات زیر بحث لائے جاتے ہیں جن میں کوئی حرف نطق میں تو موجود ہو لیکن کتابت میں موجود نہ ہو۔ عام رسم کے برخلاف رسمِ عثمانی میں عموماً جو حروف حذف کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں؛ الف، واؤ، یاء اور لام۔

"الف" کو اختصار کے پیش نظر حذف کیا گیا ہے جیسے ((تُفٰدُوْهُمْ)) وغیرہ۔ رفعی حالت میں تثنیہ کے صیغے سے حذف کیا گیا جیسے ((رَجُلٰنِ)) وغیرہ۔ یائے نداء کے بعد حذف کیا گیا ہے جیسے ((یٰاَرْضُ)) وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی چند مقامات سے الف کو حذف کیا گیا ہے جنہیں اختصار کے پیش نظر ترک کیا جارہا ہے۔

"واؤ" جہاں بطور حرف علت آئی اسے حذف کر دیا گیا جیسے ((وَيَمْحُ اللّٰهُ)) وغیرہ۔ دو اکٹھی آنے والی واؤ میں سے ایک کو حذف کیا گیا ہے جبکہ دوسری جمع کی علامت کے بطور ہو جیسے ((لَا يَسْتَوٗنَ ، فَاْوٗا)) وغیرہ۔ اسی طرح ہمزہ کی صورت میں اسے حذف کیا گیا ہے جیسے ((الرُّءْيَا)) وغیرہ۔

"یاء" ماقبل مکسور کو حذف کیا گیا ہے جیسے ((نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ)) وغیرہ۔ یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے والے ہر اسم منادی سے حذف کیا گیا ہے جیسے ((يٰقَوْمِ)) وغیرہ۔ جس منقوص کے آخر میں تنوین ہو اس سے حذف کیا گیا ہے جیسے ((غَيْرَ بَاغٍ)) وغیرہ۔

"لام" کو بھی تخفیف کی غرض سے کچھ مقامات پر حذف کیا گیا ہے جیسے ((الَّيْل ، الَّذِی)) وغیرہ۔ البتہ چند

---

[1] تاريخ القرآن للكردى ، ص : ٩٧

مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے((**اللَّمَم ، اللَّطِيْف**))وغیرہ۔

2. زیادت:

اس قاعدے میں وہ کلمات ذکر کئے جاتے ہیں جن میں کوئی حرف کتابت میں تو موجود ہو لیکن نطق میں موجود نہ ہو۔ یہ زائد حروف بھی الف، واؤ اور یاء ہی ہیں۔

"الف" فعل مضارع کے لام کلمہ کی واؤ کے بعد زائد ہے جیسے ((**اَدْعُوْا رَبِّیْ**)) وغیرہ۔ آیات کا وزن بر قرار رکھنے کے لیے الف زیادہ کیا گیا ہے جیسے((**الرَّسُوْلَا ، السَّبِيْلَا**))وغیرہ۔ واؤ کے بعد بھی الف زیادہ کیا گیا ہے جیسے((**الرِّبٰوا**))وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی چند مقامات پر الف کا اضافہ کیا گیا ہے۔

"واؤ" کو جمع اسم اشارہ کی الف کے بعد زیادہ کیا گیا ہے جیسے((**أُولٰٓئِكَ**))وغیرہ۔ لفظ "الملاء" اور لفظ "الجزاء" جہاں رفعی حالت میں ہوں وہاں ان کے آخر میں واؤ کا اضافہ کیا گیا ہے جیسے ((**فَقَالَ الْمَلَؤُ ، جَزٰؤُا الظّٰلِمِيْنَ**))وغیرہ۔

"یاء" جن مقامات پر زائد ہے ان میں سے چند یہ ہیں:((**وَ مِنْ اٰنَاۤئِ الَّيْلِ ، مِنْ وَّرَاۤئِ حِجَابٍ ، بِلِقَاۤئِ رَبِّهِمْ**))وغیرہ۔

3. الہمز:

اس قاعدے کے تحت ہمزہ کی کتابت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان میں سے کچھ اصول رسم قیاسی کے مطابق ہیں اور کچھ مخالف۔ بہر حال چونکہ ہمزہ تین مقامات (ابتداء، وسط اور طرف) میں ہی واقع ہوتا ہے اس لیے اس کی تین قسمیں ہی بنائی جاتی ہیں۔ ہمزہ مبتدأہ، ہمزہ متوسطہ اور ہمزہ متطرفہ۔ ان تینوں کا بالاختصار بیان حسب ذیل ہے۔

"ہمزہ مبتدأہ"(جو کلام کی ابتدا میں آئے) کو ہمیشہ الف کی صورت میں ہی لکھا گیا ہے خواہ اس پر حرکت کوئی بھی ہو جیسے((**أَنْعَمْتَ ، إِيَّاكَ**))وغیرہ۔ اگر اس ہمزہ سے پہلے کوئی حرف زائد ہو تب بھی یہ الف کی صورت میں ہی لکھا گیا ہے جیسے ((**سَأُلْقِیَ**)) وغیرہ۔ "ہمزہ متوسطہ" (جو کلام کے درمیان میں آئے) کو ماقبل متحرک کے موافق حرفِ علت کے ساتھ لکھا گیا ہے جیسے((**لُؤْلُؤٌ ، سَأَلَ ، فِئَةٌ**))وغیرہ۔ "ہمزہ متطرفہ" (جو کلام کے آخر میں آئے) کو بھی ماقبل متحرک کی مناسبت سے ہی لکھا گیا ہے جیسے((**قَرَأَ ، لُوْلُؤٌ ، أُبَرِّئُ**))وغیرہ۔

ان کے علاوہ بھی ہمزہ کے متعدد قواعد ہیں جن کی تفصیل کتبِ طوال میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

4. بدل:

اس قاعدے میں ان کلمات کا بیان ہوتا ہے جن میں کسی حرف کو غیر قیاسی طور پر دوسرے حرف سے بدل دیا گیا ہے یعنی نطق میں ایک لفظ ہے لیکن کتابت میں کوئی دوسرا لفظ لکھ دیا گیا ہے جیسے لفظ((**الصَّلٰوة**)) ہے جو لکھا تو واؤ کے ساتھ جاتا ہے لیکن پڑھنے میں واؤ کی جگہ الف ہے جیسے((**الصَّلَاة**))۔ اسی طرح اس وزن کے دیگر کلمات میں بھی الف کو واؤ کے ساتھ بدل کر لکھا گیا ہے جیسے((**بِالْغَدٰوة ، كَمِشْكٰوة ، النَّجوٰة**)) وغیرہ۔ نیز ان کلمات((**الزَّكٰوة ، الرِّبٰوا ، الْحَيٰوة**)) میں بھی الف کو واؤ کے ساتھ بدلا گیا ہے جبکہ یہ مضاف نہ ہوں۔

5. وصل وفصل:

وصل ملانے اور فصل جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ اس قاعدے کے تحت ایسے کلمات پر بحث کی جاتی ہے جنہیں الگ الگ بھی لکھا جا سکتا تھا لیکن رسمِ عثمانی میں خلافِ قیاس ملا کر لکھ دیا گیا ہے، اسی طرح ایسے کلمات بھی زیر بحث لائے جاتے ہیں جنہیں ہمیشہ الگ الگ ہی لکھا گیا ہے۔ اسے جاننے کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مصحفِ عثمانی میں کہیں دو کلمات کو الگ الگ لکھا گیا ہے تو وہاں پہلے کلمے پر وقف جائز ہے لیکن جہاں دو کلمات کو ملا کر لکھا گیا ہے وہاں پہلے کلمے پر وقف جائز نہیں۔

حروفِ مقطعات میں وصل کیا گیا ہے جیسے((**الٓمّٓ**)) یہ اصل میں الف، لام اور میم تھا۔ لفظ((**كَاَنَّمَا**)) جو اصل میں **كَاَنَّ ، مَا** تھا۔ لفظ((**رُبَمَا**)) جو اصل میں **رُبَّ ، مَا** تھا۔ لفظ((**اَلَّا**)) بھی اسی قبیل سے ہے جو اصل میں **اَنْ ، لَا** تھا، البتہ گیارہ مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں جہاں یہ اپنی اصلی حالت پر ہی لکھا گیا جیسے((**أَنْ لَّا أَقُوْلَ**)) وغیرہ۔ لفظ((**أَنْ لَّوْ**)) چار مقامات پر فصل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ((**مِنْ**)) کے بعد جہاں **مَا** موصولہ کے علاوہ اسم کا حصہ ہے وہاں ہمیشہ دونوں کے درمیان فصل کیا گیا ہے۔

6. مافیہ قراءتان:

اس قاعدے کے تحت ایسے کلمات پر بحث کی جاتی ہے جن میں دو قراءتیں تواتر سے ثابت ہیں اور رسمِ عثمانی میں ان کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے کلمات کو اس طرح لکھا گیا ہے کہ دونوں کا احتمال باقی رہے جیسے لفظ((**مٰلِكِ**)) میں الف حذف کر دیا گیا ہے تاکہ دوسری قراءت((**مَلِكِ**)) بھی اس میں شامل ہو سکے۔[1]

---

[1] ماخوذ از: المقنع للدانی ، ص : ۲۰-۶۲ ، الاتقان للسیوطی ، ص : ۸۳۰ - ۸۳۹ ، ابو الخیر الدمشقی، النشر فی القراءات العشر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۲ : ۹۶-۱۱۷ ، ادریس العاصم، قاری، نفائس البیان فی

رسمِ مصحف کی شرعی حیثیت

اس سلسلے میں درج ذیل دواُمور زیرِ بحث لائے جائیں گے:

(۱)رسمِ مصحف کی توقیفیت (۲)رسمِ مصحف کا التزام

1. رسمِ مصحف کی توقیفیت:

رسمِ مصحف کے توقیفی یا غیر توقیفی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا یہ رسم من جانب اللہ ہے یا نہیں اور کیا حضرت محمد ﷺ نے آیات کی کتابت کراتے ہوئے یہ وضاحت بھی فرمائی تھی کہ اس کلمہ میں کوئی حرف زائد لکھا جائے اور اس میں حذف کر دیا جائے وغیرہ؟ تو دیگر متعدد مسائل کی طرح اس میں بھی علما کی دو متضاد آراء رہی ہیں یعنی ایک رائے غیر توقیفی ہونے کی ہے اور دوسری توقیفی ہونے کی۔ ان دونوں آراء کے کچھ دلائل اور ان کا مناقشہ آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

غیر توقیفی قرار دینے والے: ان اہل علم میں ابن خلدونؒ[1]، قاضی ابو بکر باقلانیؒ[2] اور متاخرین میں سے طاہر کردی[3]، غانم قدوری[4] اور پروفیسر احمد یار[5] وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان کے دلائل کا حاصل یہ ہے کہ

- کتابت قرآن کے سلسلے میں کسی خاص رسم کو اختیار کرنے کا نہ تو اللہ نے حکم دیا نہ رسول نے، نہ اس پر امت کا اجماع ہے اور نہ کوئی قیاس اس پر دلالت کرتا ہے۔
- نبی ﷺ تو اُمی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ نے کاتبِ وحی کو کسی حرف کے حذف کرنے یا زیادہ کرنے کے متعلق بتایا ہو۔
- عہد عثمانی میں کتابتِ مصحف کے وقت زید بن ثابتؓ کا اپنے ساتھی سے لفظ ((**التابوت**)) کی کتابت میں

رسم القرآن، قراءت اکیڈمی، لاہور، س ن، ص: ۷۵ ۔ ۱۶۹

[1] ۔ مقدمه ابن خلدون ، ۱ : ۷۴۷

[2] ۔ مناهل العرفان ، ۱ : ۳۷۳ ۔ ۳۷۴

[3] ۔ تاريخ القرآن وغرائب رسمه وحكمه ، ص : ۹۸

[4] ۔ رسمِ مصحف ، ص : ۲۰۳

[5] ۔ قرآن و سنت چند مباحث، ص:۷۶

اختلاف ہو گیا کہ اسے لمبی تاء کے ساتھ لکھا جائے یا گول تاء(یعنی ۃ) کے ساتھ۔ پھر عثمانؓ کے حکم سے زیدؓ نے یہ لفظ لمبی تاء کے ساتھ لکھ دیا۔ اگر رسم الخط توقیفی ہوتا تو اس میں کسی تبدیلی کا امکان نہ تھا۔

- اگر یہ رسم توقیفی ہوتا تو اسے رسمِ عثمانی کی بجائے رسمِ توقیفی یا رسمِ نبوی کے نام سے ہی موسوم کر دیا جاتا۔

توقیفی قرار دینے والے: جمہور علمائے سلف اور فقہائے اسلام رسمِ عثمانی کو توقیفی قرار دیتے ہیں۔ دکتور لبیب سعید[1]، علامہ طاش کبریٰ زادہ[2]، ابن فارس[3] اور قاری اظہار احمد تھانوی[4] وغیرہ نے دلائل کے ساتھ اس رسم کا توقیفی ہونا ثابت کیا ہے۔ اس موقف کے حاملین کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

- یہ رسم الخط اللہ تعالیٰ نے خود سکھایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ((**عَلَّمَ بِالْقَلَمِ**)) "اس نے قلم کے ذریعے سکھایا"۔[5]
- ایک فرمانِ نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کر کے اس سے قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھوالی۔[6] معلوم ہوا کہ جب اللہ نے سب کچھ لکھوالیا تھا تو لوحِ محفوظ میں قرآن بھی لکھا جا چکا تھا، لہٰذا قرآن کا موجودہ رسم اسی رسم کے مطابق ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کے اختیار کردہ رسم کے مطابق ہی حضرت عثمانؓ نے بھی کتابت کرائی۔ پھر صحابہ کرام کا مصحفِ عثمانی کے رسم پر اجماع ہو گیا۔[7]
- رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ مصحفِ عثمانی میں ایک ہی کلمہ ایک مقام پر ایک رسم سے اور دوسرے مقام پر دوسرے رسم سے لکھا گیا ہے۔ اگر یہ رسم قیاسی ہوتا اور توقیفی نہ ہوتا تو ایک

---

[1] ۔ الجمع الصوتی الاول ، ص : ۲۹۳

[2] ۔ طاش کبریٰ زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاه السعادة، دائرة المعارف العثمانیه، حیدرآباد دکن، س ن، ۲ : ۲۲۵

[3] ۔ الجمع الصوتی الاول ، ص : ۲۹۳

[4] ۔ ایضاح المقاصد ، ص : ۱۱۔۱۲

[5] ۔ سورۃ العلق : آیت ۴

[6] ۔ سنن ابی داود ، کتاب السنه ، باب فی القدر ، رقم الحدیث : ۴۷۰۰

[7] ۔ مناهل العرفان ، ۱ : ۳۷۱

کلمہ ہر جگہ ایک ہی طرز پر مکتوب ہوتا۔ اس کی متعدد امثلہ میں سے ایک لفظ بسملہ ہے جو کچھ مقامات پر اس طرح ((**بِسْمِ**))" اور کچھ پر اس طرح ((**بِاسْمِ**)) مکتوب ہے۔

ہمارے علم کے مطابق یہی دوسرا موقف قابل ترجیح اور زیادہ قوی ہے جبکہ پہلے موقف کے حاملین کے دلائل اتنے وزنی نہیں۔ انہوں نے جو یہ دلیل پیش کی کہ "کتاب و سنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں" اس لحاظ سے محل نظر ہے کہ پہلی وحی ((**عَلَّمَ بِالْقَلَمِ**)) ہی یہ وضاحت کر رہی ہے کہ نبی ﷺ کا کام قرآن کو صرف سینے میں محفوظ کرنا نہیں بلکہ اسے تحریری طور پر محفوظ کرنا بھی ہے۔ پھر آپ ﷺ ہر وحی فوراً لکھوا لیتے، صحابہ آپ کی نگرانی میں لکھتے اور یوں سنتِ تقریری ہونے کے ناطے بھی اس کی توقیفیت کا ثبوت ملتا ہے، مزید بر آں اس رسم پر صحابہ کا اجماع بھی ہوا ہے۔ آپ ﷺ کے اُمی واَن پڑھ ہونے سے رسمِ عثمانی کی عدمِ توقیفیت پر استدلال درست نہیں کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ آپ کو قرآن عطا کر دیا جائے اور آپ اس کے رسم سے ہی ناواقف رہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہنا کہ اس رسم کو رسمِ عثمانی کا نام کیوں دیا گیا، رسمِ توقیفی کا کیوں نہیں؟ بھی اس موقف کے ثبوت کے لیے کافی نہیں کیونکہ مصحف کی کتابت کرا کے مختلف بلادِ اسلامیہ کی طرف بھیجنا صرف عثمانؓ ہی کا کارنامہ تھا اسی لیے یہ رسم رسمِ عثمانی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

1. رسمِ مصحف کا التزام

جس رسم کو نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمایا، پھر حضرت عثمانؓ نے اس کے مطابق قرآن کریم کی کتابت کرائی، کیا تمام مسلمانوں کے لیے تا قیامت اسی رسم کو اختیار کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ تو اس بارے میں علما کی اکثریت کا یہی موقف ہے کہ اس رسم کا التزام ضروری ہے۔ چنانچہ ائمہ اربعہ نے رسمِ مصحف کے التزام کو ضروری قرار دیا ہے۔[1] امام زرکشیؒ نے امام احمدؒ کی یہ رائے نقل فرمائی ہے کہ مصحف عثمانی کے رسم کی مخالفت حرام ہے۔[2] امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مصحفِ عثمانی کو سلف کے طریقہ پر ہی لکھنا چاہئے، یہ رائے نقل کرنے کے بعد امام دانیؒ نے کہا کہ علمائے امت میں اس کا کوئی بھی مخالف نہیں۔[3] دکتور لبیب سعید نے رسمِ عثمانی کے التزام پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا

---

[1] ۔ المقنع، ص: ۹ ۔ ۱۰، مناهل العرفان، ۱: ۳۷۲

[2] ۔ مناهل العرفان، ۱: ۳۷۹

[3] ۔ المقنع، ص: ۹ ۔ ۱۰

ہے۔[1] علاوہ ازیں الازہر کی مجلس فتویٰ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ رسمِ عثمانی کی پابندی کے بغیر طباعتِ قرآن جائز نہیں۔[2] ان حضرات نے جن دلائل کو پیش نظر رکھا ہے ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- اس رسم کو خود نبی ﷺ نے اختیار فرمایا تھا اور امتِ محمد ﷺ پر آپ کی اتباع لازم ہے۔
- ابو بکرؓ و عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابہ نے اس کا التزام فرمایا جو خلفائے راشدین میں سے تھے اور فرمانِ نبوی کے مطابق خلفائے راشدین کی اتباع بھی لازم ہے۔
- اس رسم الخط کی صحت پر بارہ ہزار صحابہ نے اجماع کیا تھا۔
- تابعین اور تبع تابعین نے بھی ہمیشہ اسی رسم الخط کا التزام فرمایا۔
- اس رسم الخط کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ اسے خود محمد ﷺ نے اختیار فرمایا، لہٰذا باقی اسلامی ورثے کی طرح اس کی حفاظت و پابندی بھی مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے۔
- اگر عام رسمِ قیاسی میں کتابتِ قرآن کی اجازت دے دی جائے تو عین ممکن ہے کہ ایک ہی زمانے میں مختلف مقامات پر قرآن کے رسم مختلف ہونے کی بنا پر مصاحف میں اختلاف واقع ہو جائے۔

خلاصہ بحث

لفظِ رسم کا کتابت کے معنی میں استعمال تقریباً پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوا اور بعد میں یہ لفظ رسمِ عثمانی کے لیے ہی خاص کر لیا گیا۔ اگرچہ قرآن کریم مکمل طور پر عہد رسالت میں تحریر کیا جا چکا تھا جو کہ مختلف اشیاء پر تھا ، پھر عہد صدیقی میں اسے ایک کتابی شکل بھی دے دی گئی لیکن اس رسم کو رسمِ عثمانی کا نام اس لیے دیا گیا کیونکہ قرآن کریم کو شاذ قراءتوں اور صحابہ کے تفسیری اقوال سے پاک کر کے ایسے رسم پر جمع کرنا جس میں تمام متواتر قراءات سما سکیں اور پھر اس کے مصاحف تیار کرا کے مختلف اسلامی ممالک کی طرف ارسال کرنا، عثمانؓ ہی کا کارنامہ تھا۔ آپؓ نے جس رسم پر مصاحف تیار کرائے وہ چند خصوصیات کی بنا پر عام رسم الخط سے مختلف تھا اور انہی خصوصیات کو قواعدِ ستہ کا نام دیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں؛ حذف، زیادت، الہمز، بدل، وصل و فصل، مافیہ قراء تان۔ رسمِ مصحف توقیفی ہے یا غیر توقیفی اس میں کچھ اختلاف ہے تاہم قابل ترجیح رائے توقیفی قرار دینے والوں ہی کی

---

[1] ۔ الجمع الصوتی الاول ، ص : ۲۹۸

[2] ۔ قرآن و سنت چند مباحث، ص:۹۷

ہے۔ اسی طرح امتِ مسلمہ کے لیے اس رسم کا التزام ضروری ہے یا نہیں تو علما کی اکثریت کا موقف یہی ہے کہ رسمِ مصحف کا التزام تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔